فکر و نظر--- اسلام آباد　　　جلد:۴۰-۴۱　　　شمارہ:۴، ۱

ڈاکٹر حمید اللہؒ کی خدمات سیرت

ڈاکٹر خالد علوی☆

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہمارے عہد کے نامور عالم اور محقق تھے۔ علم و تحقیق میں خصوصی مرتبے کے ساتھ وہ فقر و قناعت اور تواضع و انکسار کا نمونہ تھے۔ ان کی علمی و تحقیقی زندگی کثیر الجہات تھی تاہم ان تمام متنوع کاوشوں میں ایک مرکزی خیال ہمیشہ موجود رہا جو اسلام کی حقانیت کا اثبات اور حضور اکرمؐ کی پیغمبرانہ شخصیت کا تعارف تھا۔ قرآن، حدیث، فقہ، اسلامی قانون بین الممالک، دین کا عمومی تعارف یا عہد نبوی کا مطالعہ سب اسی مرکزی خیال سے مربوط ہیں۔ دین اسلام کے مختلف پہلوؤں کی توضیح میں انہوں نے سینکڑوں صفحات لکھے اور جس موضوع پر بھی لکھا اس کی تحقیق کا حق ادا کیا۔

ان کے متنوع علمی انتاجات میں حضور اکرمﷺ کی ذات اور آپ کے عہد کے مطالعہ کا خاص مقام ہے۔ سیرت رسولﷺ کی ذات اور آپ کے عہد کے مطالعہ کا خاص مقام ہے۔ سیرت رسولﷺ پر ان کے کام کا جائزہ واضح کرتا ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر کام کا آغاز کتاب لکھنے کی منصوبہ بندی سے نہیں کیا بلکہ ایسا ہوا کہ انہیں سیرت رسولﷺ یا عہد نبوی کے کسی پہلو نے متوجہ کیا تو انہوں نے اس پر تحقیق شروع کر دی اور وہ تحقیق بنیادی طور پر ایک مقالے کی صورت میں ڈھل گئی۔ پھر کوئی اور پہلو جاذب توجہ ہوا تو اس پر لکھا اور وہ ایک مضمون کی صورت میں چھپ گیا۔ جب بہت سے مضامین شائع ہوگئے اور ان میں رسالتمآبؐ کی شخصیت یا آپ کا عہد مرکزی خیال کے طور پر موجود تھا تو انہیں یکجا کر کے کتابی صورت میں چھاپ دیا گیا۔ سیرت پر ڈاکٹر صاحبؒ کی بہت سی کتابیں دراصل مقالات ہی کا مجموعہ ہیں جو وقتاً فوقتاً چھپتے رہے حتیٰ کہ فرانسیسی زبان میں آپ کی مفصل اور مربوط کتاب ''محمد رسول اللہ'' ان کی اس وقت تک کی چھپی ہوئی معلومات کا مجموعہ ہے۔ دو ایک چھوٹی چھوٹی کتابوں کو چھوڑ کر سب کتابیں دراصل مجموعے ہیں۔

اسلوب تحقیق

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے کام کا اندازہ ان کے اسلوب تحقیق سے ہوتا ہے۔ آپ تلاش و جستجو

☆ ڈائریکٹر جنرل، دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اور نقد و احتساب کے تمام مہیا ذرائع استعمال کرنے اور معمولی معمولی جزئیات کی حیثیت متعین کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اس اسلوب کی ایک مثال ان کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے مکہ کی شہری مملکت کے خدوخال پر لکھا ہے۔ یونان کی شہری مملکت سے موازنہ کرتے ہوئے وہ مکہ کے لیے ایک نظام مملکت ثابت کرتے ہیں۔ سیرت رسول ﷺ پر اتنا کام ہو چکا ہے کہ اس پر کسی اضافے کی گنجائش نہیں البتہ واقعات کی تعبیر اور اسباب و علل کا جائزہ ایک ایسا پہلو ہے جس میں نئے نکات کے امکانات موجود رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے اس سلسلے میں نئی راہ اپنائی ہے۔ عام سیرت نگار کتب حدیث، کتب سیرت و مغازی کی روایات کی جانچ پڑتال، ان کی تطبیق اور ان کی صحت و ضعف پر داد تحقیق دیتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان مصادر کے ساتھ ان ماخذ سے بھی استفادہ کیا ہے جو بظاہر غیر متعلق لگتے ہیں جیسے قدیم جاہلی ادب کتب انساب و سوانح اور سفر نامے وغیرہ۔ ان کتابوں کی معلومات سے آپ واقعات سیرت کی تعبیر میں مدد لیتے ہیں۔ سیرت پر ان کا ابتدائی کام مقالات کی صورت میں ہے جو عہد نبوی کے مختلف پہلوؤں کی توضیح و تشریح پر مبنی ہے۔ ان کی حیثیت متعلقہ موضوع پر معلومات، ان کی توضیح و تشریح اور ترتیب و تعبیر کی ہے۔ ہر مقالہ مستقل بالذات تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔ تحقیق کا یہ اسلوب مغرب کا معروف اسلوب ہے۔ مغربی محققین کے ہاں تحقیقی مقالات کی حیثیت مصادر تحقیق کی رہی ہے۔ مقالات کے موضوعات اور ان کی تعداد ہمیشہ محققین کے مقام و مرتبہ کا پتہ دیتے ہیں، ڈاکٹر حمید اللہ نے اسی اسلوب کو اپنایا اور مختلف اسلامی موضوعات پر قیمتی مقالات تحریر فرمائے جو اردو، انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں چھپے اور ترکی اور فارسی میں تراجم بھی ہوئے۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ کے اسلوب تحقیق میں ایک خاص بات مصادر کا احاطہ ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ موضوع سے متعلق اصلی و ثانوی تمام مآخذ کو دیکھا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے۔ وہ قدیم و جدید کا موازنہ کرتے ہوئے اپنی مجتہدانہ راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب تحقیق میں، مصادر کے موازنہ، استنباط و استخراج اور موجودہ معلومات کے ناقدانہ جائزہ کے علاوہ ان کا انداز بیان بھی ہے۔ وہ اس خوبصورت انداز سے بات کرتے ہیں کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تحقیقی تصانیف کا اسلوب عموماً پیچیدہ ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے واضح بیان کی توفیق بخشی تھی۔ ان کے اسلوب کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ''خطبات بہاولپور'' میں تاریخ حدیث کے موضوع پر لیکچر دے رہے ہیں اور سامعین کو حدیث کی اہمیت سمجھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''فرض کیجئے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوں اور ہم میں سے کوئی حضورؐ

کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کرے اور اس کے بعد رسول اللہؐ سے مخاطب ہو کر یہ جاہل شخص اگر کہے کہ یہ تو قرآن ہے خدا کا کلام میں اسے مانتا ہوں مگر یہ آپ کا کلام ہے اور حدیث ہے یہ میرے لیے واجب التعمیل نہیں ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا فوراً ہی اس شخص کو اُمت سے خارج کر دیا جائے گا اور غالباً اگر حضرت عمرؓ وہاں پر موجود ہوں تو اپنی تلوار کھینچ کر کہیں گے: یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے میں اس کافر و مرتد کا سر قلم کر دوں۔ غرض رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہنا کہ یہ آپ کی نجی بات ہے اور مجھ پر واجب العمل نہیں ہے، گویا ایسا جملہ ہے جو اسلام سے منحرف ہونے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ جو بھی حکم دیں اس کی حیثیت بالکل وہی ہے جو اللہ کے حکم کی ہے۔ فرق دونوں میں جو کچھ ہے وہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ قرآن مجید کی تدوین اور تحفظ ایک طرح سے عمل میں آیا ہے اور حدیث کی تدوین اور تحفظ دوسری طرح سے، اس لیے تحقیق و ثبوت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے''[1]۔

وہ اس نرم اور رواں انداز میں نتائج تحقیق کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور قاری کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان کے اسی انداز بیان نے ان کی کتابوں اور تحریروں کو مقبول عام بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کام میں برکت ڈالی اور اسے قبولیت عامہ بخشی۔ڈاکٹر صاحبؒ کے اسلوب تحقیق کا اہم پہلو پیرگرافوں کی نمبر شماری ہے۔ وہ اپنی تحریر کو پیراگرافوں میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر انہیں مسلسل نمبر دیتے ہیں۔ ان کے بقول اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مختلف طباعتوں کے باعث صفحات کے نمبر بدل جاتے ہیں جس سے حوالوں میں الجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اگر پیراگرافوں کے نمبر ہوں تو ان کا حوالہ قائم رہتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے اپنی کتابوں میں اشاریوں کا بھی اہتمام کیا ہے تاکہ استفادہ میں آسانی ہو۔ آپ کی تحقیق میں حوالے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس لیے انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ اسلوب اختیار کیا۔ چونکہ وہ خود حوالے کے بغیر بات نہیں کرتے اس لیے انہیں احساس ہے کہ ایک محقق کو مآخذ سے استفادے میں کیا دقتیں پیش آتی ہیں۔ میرے علم کی حد تک اردو زبان میں کسی اور مصنف نے یہ طریقہ نہیں اختیار کیا۔ اسے ڈاکٹر حمید اللہ کا اختصاص کہنا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے انداز تحقیق کا ایک انوکھا طریقہ سوال اٹھا کر اس کا جواب مہیا کرنے کا ہے۔ مثلاً ''ختم المرسلین کے لیے آپؐ کے انتخاب'' کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''یوں تو کارساز عالم اپنی مخلوق میں سے جس سے جو چاہے کام لے سکتا تھا۔ اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں اور اس کی مشیت پر کسی کا بس نہیں۔ لیکن اس نے اپنی مرضی سے جب ہماری زمینی دنیا کو عالم اسباب قرار دیا ہے تو کوئی بات بے سبب نہیں ہونی چاہیے۔ چاہے ہماری نظر ہر صورت میں حقیقی سبب کو معلوم کرنے سے قاصر کیوں نہ رہے''(۲)۔

سیرت پر کام

سیرت پر ان کے کام کی حیثیت بھی مختلف پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ ہے۔ انہوں نے بالآخر اپنے پورے کام کو سمیٹ کر فرانسیسی زبان میں سیرت پر کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یہ پوری کتاب اردو زبان میں ترجمہ ہوگی تو صحیح اندازہ ہو گا۔ تاہم وہ زندگی بھر سیرت کے موضوعات پر لکھتے رہے۔ علمی مجلّات کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا کے لیے بھی مضامین لکھے جو اب اس کی زینت ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہونے والے اردو دائرہ معارف اسلامی میں بدر' بعثت' ثقیف' حدیبیہ' حلف الفضول' حنین' خندق و خیبر کے تحت آپ کے مقالات موجود ہیں۔ سیرت سے ڈاکٹر صاحبؒ کی دلچسپی کی کیفیت یہ ہے کہ ''خطبات بہاولپور'' میں سے چھ خطبات کا تعلق سیرت کے مختلف پہلوؤں سے ہے۔ مثلاً مملکت اور نظم ونسق' نظام دفاع اور غزوات' نظام تعلیم و سرپرستی علوم' نظام تشریع و عدلیہ' نظام مالی و تقویم اور تبلیغ اسلام اور غیر مسلموں سے برتاؤ۔ سیرت کے تقریباً یہی وہ پہلو ہیں جن پر ڈاکٹر حمید اللہؒ نے زندگی بھر خصوصی توجہ دی۔ انگریزی مقالات میں دو دلچسپ مقالے عیسائیت سے متعلق ہیں۔ ایک کا تعلق قبل از اسلام مکہ سے ہے اوردوسرا بعد از اسلام مدینے کے مفرور راہب ابوعامر پر ہے۔ ان مقالات میں جہاں اسلام میں عیسائیت کے پس منظر پر بحث ہے وہاں ظہور اسلام کے بعد عیسائی رویوں کا تجزیہ بھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا اس موضوع پر وقیع مقالہ بعنوان:

The Friendly relations of Islam with Christianity
and how they deteriorated

ہے یہ مقالہ ۱۹۵۳ء میں Journal of Pakistan historical society Karachi میں چھپا ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کو اس امر کا احساس تھا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں کشیدگی انسانیت کے لیے مجموعی طور پر اور دونوں مذہبوں کے لیے خصوصی طور پر درست نہیں۔ غالباً اسی لیے مستشرقین کے بارے میں بھی ان کا رویہ ایک مناظر کے بجائے ایک خیر خواہ داعی کا ہے جو خالص علمی اسلوب

سے حقائق کی نشاندہی کرتا ہے۔

سیرت پر اُردو تصانیف

سیرت پر ڈاکٹر حمید اللہؒ کا کام بھی کئی زبانوں میں موجود ہے۔ اُردو میں ان کی جو کتابیں چھپی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

''عہد نبوی میں نظام حکمرانی''

یہ کتاب پہلی مرتبہ دہلی کے مکتبہ جامعہ سے ۱۹۴۴ء میں چھپی۔ اُردو اکیڈمی سندھ کراچی سے اس کے متعدد ایڈیشن چھپے۔ طبع اول، ثانی اور ثالث کے پیش لفظ مصنف کے تحریر کردہ ہیں۔ ہمارے سامنے اس کا ۱۹۸۱ء کا ایڈیشن ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحبؒ کے بارے میں مضامین شامل ہیں جن کے عنوانات کچھ یوں ہیں:

- ☆ رسول اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے؟ نشریہ صدر مجلس اشاعت سیر حیدرآباد دکن۔
- ☆ شہری مملکت مکہ، رسالہ معارف اعظم گڑھ، جنوری-فروری ۱۹۴۲ء
- ☆ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور، مجلّہ طلسانیین حیدرآباد دکن۔ جولائی ۱۹۳۹ء
- ☆ قرآنی تصور مملکت، معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۴۱ء
- ☆ اسلام میں عدل گستری اپنے آغاز میں، مجلّہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ سالنامہ ۱۹۳۶ء
- ☆ عہد نبوی کا نظام تعلیم، معارف اعظم گڑھ نومبر ۱۹۴۱ء
- ☆ جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا اثر، مجموعہ مقالات علمیہ حیدر آباد کادمی ۱۹۴۳ء
- ☆ عہد نبوی کی سیاست کاری کے اصول، رسالہ سیاست حیدر آباد دکن جنوری ۱۹۴۰ء
- ☆ تالیف قلبی: سیاست خارجہ کا اصول، رسالہ نظامیہ حیدر آباد دکن ربیع الانور ۱۳۵۷ھ
- ☆ ہجرت: نو آبادکاری، رسالہ سیاست حیدر آباد جولائی ۱۹۴۰ء
- ☆ آنحضرت اور جوانی (اسپورٹس)
- ☆ آنحضرت کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ، نشریہ انجمن مسلم نوجوانان۔ سکندر آباد دکن

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان مقالات کو ایک مربوط تصنیف بنانے کی کوشش کی جہاں کہیں

ضرورت پڑی وہاں اضافے کیے ہیں۔ طبع اول کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''چونکہ مستقل طور پر شائع شدہ مقالے ضروری تصحیح اور اشاعت ابتدائی کے بعد کچھ (مزید مواد ملا ہو تو) خفیف اضافے کے ساتھ مکتبہ جامعہ نے ازراہ کرم یکجا طبع کر دینا منظور فرمایا ہے اس لیے ایک تالیف کی جگہ ایک مجموعہ مقالات سے ناظرین کو سابقہ ہو گا اور جن نتائج تک میں تاحال پہنچا ہوں وہ تصحیح و اصلاح کے لیے اہل علم کی خدمت میں پیش ہیں''(۳)۔

سیرت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''دنیا میں جب تک مسلمان ہیں' سیرت نبویہ ایک زندہ عامل کی حیثیت رکھے گی اور دنیا کے ترقی پذیر تمدن اور تبدل پذیر حالات میں کسی ''ہمہ گیر و جامع اسوہ حسنہ'' کے کسی ایک پہلو کو کبھی اہمیت حاصل رہے گی تو کبھی کسی دوسرے کو۔

موجودہ دنیا نے ایک ''زمین گیر'' راج کی ضرورت مسلم کر لی ہے اور اس کے لیے مجلس اقوام اور اقوام متحدہ کے نام سے اولین اور کندہ ناتراش کی سی کوششیں بھی عمل میں لائی جانے لگی ہیں۔ یہ ''ایک راج'' اگر 'خدائی راج'' ہو سکے تو انسانیت کی بھلائی ہو۔ زمانہ حال دو سب سے بڑے تفرقہ انداز عامل قوتوں کی باہمی عصبیت اور پیٹ بھروں اور بھوکوں کی آپس کی کشمکش ہے۔ عجیب بات ہے کہ سرور کائنات ﷺ کو بھی زیادہ تر انہی دونوں گتھیوں سے سابقہ پڑا تھا۔ اور آپ نے ان کو پوری طرح حل کر کے کامیاب عمل بھی کر دکھایا تھا''(۴)۔

ان کے نزدیک یہ سیرت کی پہلی جلد ہے دوسری جلدوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''دوسری جلد میں عہد نبوی کے نظام ہائے مالیہ' فوج اور اہل ذمہ اور بعض دیگر متفرقات' مثلاً بین الاقوامی عصبیتوں کو کم کرنے کی تدبیریں وغیرہ شامل ہوں گے اس کا کچھ حصہ متفرق طور پر علمی رسالوں میں شائع ہو چکا ہے۔ ان کی ایک رفیق جلد ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' ہے جو سنہ وار کی جگہ علاقہ وار سیاست کا آئینہ ہے۔ مثلاً رومیوں' ایرانیوں' یہودیوں' عرب کے قبیلوں وغیرہ پر الگ الگ ابواب میں بحث ہے۔ اس کا بھی بڑا حصہ شائع ہو چکا ہے۔ یکجا

اشاعت اپنے وقت کی منتظر ہے"[۵]۔

کتاب کے ابواب پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے سیرت کے نہایت ہی اہم پہلوؤں پر قلم اٹھایا ہے۔ "سیرت کے مطالعہ" میں ان پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی وجہ سے سیرت رسول ﷺ غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ دنیوی پہلو کے علاوہ روحانی ترقی اور تزکیہ نفس بھی رسول اللہؐ کی تعلیمات ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ "شہری مملکت مکہ" بہت محققانہ مقالہ ہے جس میں عربی اور یورپی ماخذ سے اس مملکت کے نظم و نسق اور اس کے مختلف شعبوں کے بارے میں قیمتی معلومات دی گئی ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ مکہ کی شہری مملکت کے انتظام کی وجہ سے عربوں میں ایک وسیع مملکت کو چلانے کی صلاحیت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

> "شہر مکہ کے باشندوں نے اپنی شہری مملکت کے لیے ایک ترقی کناں دستور، اسلام سے خاصہ عرصہ قبل بنا لیا تھا' جس کے ذریعہ سے ان کو اس بات کی تربیت مل چکی تھی کہ آئندہ اسلامی دور میں عربی شہنشاہیت کے نظم و نسق کو چلا سکیں۔ یہ شہنشاہت تیس ہی سال کے عرصے میں مدینے کی چھوٹی سی شہری مملکت سے پھیلتے ہوئے رومی، ایرانی اور دیگر حکومتوں پر ایشیا' افریقہ اور یورپ کے تین براعظموں پر چھا گئی تھی"[۶]۔

اس مقالے میں شہر کی تاریخ' سیاسی نظام' مذہبی نظام' نظام مالیہ' نظام عدل گستری' نظام سفارت' نظام فوج' سماجی نظام جیسے عنوانات کے تحت نہایت عمدہ معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

ایک اور باب کا عنوان ہے "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور" میثاق مدینہ کے لیے یہ اصطلاح غالباً سب سے پہلے ڈاکٹر حمید اللہؒ نے استعمال کی ہے۔ اس کے باون جملوں کو وہ قانونی الفاظ میں "دفعات" کہتے ہیں[۷]۔

پہلے وہ تاریخی پس منظر بیان کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد مدینے کی صورت حال کا تجزیہ پیش کرتے ہیں تا کہ میثاق کی ضرورت واضح ہو سکے۔ اس کے بعد وہ دستاویز کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کے دو حصے قرار دیتے ہیں اور اس کے پہلے حصہ کے ۲۵ فقرے بیان کرتے ہیں جب کہ ولہازون اور اس کے متبع تمام یورپی مصنفین ۲۳ فقرے قرار دیتے ہیں[۸]۔ یہ حصہ مسلمانوں سے متعلق ہے اور دوسرا یہودیوں کے بارے میں ہے۔ حصہ دوم ۲۴ ف تا ف۴۷ پر مشتمل ہے اور جملہ دستاویز میں ۵۲ فقرات یا دفعات ہیں[۹]۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے میں دستور کا حصہ دوم یعنی یہودیوں

کا دستور العمل جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ ایک زبردست فتح سے مسلمانوں کی دھاک ہر طرف بیٹھ گئی تھی[۱۰]۔ وہ اس حصہ کا تجزیہ کرتے ہیں۔ جسے وہ مختصر تحلیل کا نام دیتے ہیں[۱۱]۔ اس کے بعد اصل کے مآخذ پر بحث کرتے ہیں[۱۲]۔ پھر اس دستور کا ترجمہ کرتے ہیں۔ یہ مقالہ انگریزی میں الگ کتاب کے طور پر بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عنوان ہے: The First written constitution of the World ہمارے سامنے اس کا نظر ثانی شدہ دوسرا ایڈیشن ہے جسے شیخ محمد اشرف نے ۱۹۶۸ء میں چھاپا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں یونانیوں اور بدھوں کی تحریروں کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "For these reasons I provisionally maintain that the text of the time of the Prophet of Islam which is presented here with in earliest of its kind in history"[۱۳].

اس کے آخر میں اس کا عربی متن بھی دیا ہے۔

یہ تحریر گہرے علمی تجزیے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا شاہکار ہے۔

اسی طرح ''قرآنی تصور مملکت'' میں وہ عربی اور یورپی مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے اسلامی مملکت کے امتیازات کو بیان کرتے ہیں۔ اسلامی مملکت کی حیثیت بیان کرتے ہوئے اسے دین و دنیا کا ملاپ قرار دیتے ہیں۔ عدل گستری' شورائیت' قانون سازی' جہان بانی کے قواعد' قومی دولت' سیاسی اصطلاحات' جانشینی جیسے عنوانات کے تحت قرآنی مملکت کے خد و خال واضح کرتے ہیں۔ خاتمہ کلام میں عیسائیوں کے بیان نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

> ''ظاہر ہے کہ دشمن کے اعتراضات سے بڑھ کر ناظر فدارانہ اور وقیع شہادت کوئی اور نہیں ہو سکتی اس لیے مذکورہ بالا اصول و نظریات پر عمل کے متعلق ہم اجنبیوں کے بیانات نقل کرتے ہیں''[۱۴]۔

''عہد نبوی کی سیاست کاری کے اصول'' بھی منفرد نوعیت کا مقالہ ہے جس میں تبلیغ رسالت' اندرونی استحکام' انسانی خون کی عزت' فنون حرب کی ترقی و استفادہ' خبر رسانی و ناکہ بندی' معاشی دباؤ' غنیم کے دوستوں کو توڑ لینا' دشمنوں سے گھیرنا' دعایہ کاری' دشمن کے ایک طبقہ کو موہ لینا' دشمن میں پھوٹ ڈلوانا' معزز دشمنوں کا اسلام میں اعزاز وغیرہ پر خوبصورت تجزیاتی انداز میں بات کی گئی ہے۔ مصادر اصلیہ سے معلومات اکٹھی کر کے خصوصی تعبیر سے نتائج اخذ کیے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں:

''اگر سیرت النبی ﷺ کا ان امور کی تلاش کے لیے مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف مذکورہ بالا اصولوں کی مزید نظیریں ملیں گی بلکہ اور نئے سیاست کاری اصول بھی نظر آ سکتے ہیں۔ یقین ہے کہ اہل علم ان سے مستفید ہو کر اوروں کو محروم نہیں رکھیں گے''(۱۵)۔

قرآن نے سرکاری مال سے جن لوگوں کی مدد کا حکم دیا ہے ان میں **والمؤلفة قلوبهم** بھی ایک قسم کے لوگ ہیں۔ مفسرین نے اس پر مفصل بحثیں کی ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے تالیف قلبی کو نبوی سیاست خارجہ کا ایک اصول قرار دیا ہے اور اس پر فکر انگیز بحث کی ہے۔ خاص طور پر حضرت عمرؓ سے منسوب بیان کہ اب اللہ نے اسلام کو عزت دی ہے' اس لیے کسی کو اسلام لانے کی ترغیب دینے کے لیے رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں' پر ڈاکٹر حمید اللہؒ نے حضرت عمرؓ کے اس قول اور عہد نبوی کی پالیسی پر عالمانہ بحث کی ہے۔ خلاصہ بحث میں فرماتے ہیں:

''غرض **والمؤلفة قلوبهم** اور **الانفال لله والرسول** کے ذریعے سے قرآن مجید نے عملی سیاسیات کی جو نہایت اہم اور دور رس تعلیم دی اور حکمران کو صوابدید کا جو وسیع حق دیا' اس کی عہد نبوی کی نظیروں سے کافی تشریح اور توضیح ملتی ہے۔ زندہ قوموں میں اجتماعی مفاد کی خاطر تالیف قلبی کے لیے خصوصی وزارت قائم ہوتی ہے تو مردہ قوموں میں رشتہ داری اور انفرادی مفاد کے لیے مملکت کا نقصان روا رکھا جاتا ہے۔ ایک جیتتا اور نفع حاصل کرتا ہے اور دوسرا کھوتا اور نقصان اٹھاتا ہے''(۱۶)۔

ڈاکٹر صاحبؒ ہجرت کو نوآباد کاری کی پالیسی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''عربوں سے بڑھ کر کوئی نوآباد کار قوم نہیں گذری ہے''(۱۷)۔ ہجرت کی اس تعبیر میں وہ دور حاضر کے واقعات سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں ہجرت کا یہ مفہوم بھی تھا کہ نو مسلموں کو اسلامی علاقے میں بسایا جائے(۱۸)۔ ان کے ترک وطن کے علاوہ وہ نو مسلموں کا اسلامی علاقہ میں رہنا' مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کو بسانا اور تبادلہ آبادی وغیرہ کو ہجرت کے اصول کے تحت بیان کرتے ہیں۔ نظر بندی اور اشرار کی جلاوطنی کو بھی وہ اس اصول کے تحت قلمبند کرتے ہیں۔ نظر بندی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس عنوان سے میرا منشا یہ ہے کہ اپنے لوگوں کو فرار ہو کر دشمن سے جا ملنے

سے جبراً روکا جائے تا کہ عارضی اختلاف رائے کے باعث اپنے دل برداشتہ بھائیوں کو ایسی حرکت نہ کرنے دی جائے جس کے سبب سے قطع تعلق مدامی اور ناقابل اصلاح ہو جائے''[19]۔

مختلف مثالوں سے اپنا نقطہ نظر ثابت کرتے ہیں۔ بظاہر جو واقعات انہوں نے بیان کیے ہیں وہ استحکام مملکت کے ضمن میں آتے ہیں اس لیے ہجرت کے عام مفہوم میں شامل نہیں۔ تاہم نوآبادکاری کی وسیع اصطلاح کے تحت شاید آ جائیں۔

جلاوطنی کے سلسلے میں یہودی قبائل کی مثال واضح ہے۔ اسی طرح جلاوطنی کے ضمن میں وہ مشہور حدیث بیان کی جا سکتی ہے جو اپنی وفات سے کچھ ہی عرصہ پہلے آپؐ نے ارشاد فرمائی تھی کہ عرب میں دو دین والے نہ رہیں۔ اور یہ کہ یہود و نصاریٰ کو عرب سے نکال دیا جائے۔ اس کی تعمیل میں حضرت عمرؓ نے نجران (یمن) سے عیسائیوں کو اور خیبر وغیرہ سے یہودیوں کو نکال کر دیگر اسلامی علاقوں یعنی عراق و شام میں منتقل کر دیا تھا[20]۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے مصنف نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ لائق توجہ ہے لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ اولاً استحکام پھر توسیع کا اصول اس عہد کی پالیسی کا ایک اہم ستون ہے اور لا اکراہ فی الدین (قرآن ۲/ ۲۵۶) کے حکم کے باعث جبراً کسی کو مسلمان بنانے کی تو کبھی اجازت نہ ملی لیکن حکومت الٰہیہ کا قیام ایک فریضہ قرار دیا گیا اور وقاتلوھم حتی لاتکون فتنة و یکون الدین کله لله (۸/ ۳۹) میں دین سے مراد غلبہ اور حکومت ہے۔ اور ذمی رعایا بننے کی اس شرط پر اجازت دی گئی کہ وہ اطاعت کریں ''صغار'' قبول کریں یعنی حکومت میں شرکت نہ چاہیں اور شرائط معاہدہ کی تکمیل کرتے رہیں۔ ایسا ہو تو ان کو ہر کام کی آزادی رہے گی''[21]۔

''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' جہاں ڈاکٹر حمید اللہؒ کی تحقیقی کاوشوں کا شاہکار ہے وہاں ان کے فکری رجحانات کی بھی آئینہ دار ہے۔ اس وقت جو ایڈیشن دستیاب ہے وہ ۱۹۸۰ء کا ہے اور تیسرا ایڈیشن ہے۔ اس کے پیش لفظ میں وہ لکھتے ہیں کہ ''مصروفیتوں کے باعث سرسری نظر ثانی کی گئی ہے اور تازہ ترین معلومات کو سمویا نہیں جا سکا''۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ کتاب کی موجودہ صورت ان کے نظریات کے مطابق ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بیان سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے طبع

ثالث کے پیش لفظ میں لکھا ہے:

''ناظرین سے یہ عرض کر دوں کہ اس اثناء ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں، میں نے فرانسیسی میں سیرۃ نبویہ پر دو ضخیم جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے جس کی جلد دوم ایک معنی میں زیر نظر اردو تالیف ہی کا نیا ایڈیشن تھا...... اس میں وہ ابواب بھی آ چکے ہیں جن کا موجودہ اُردو کتاب کے پیش لفظ طبع ثانی میں تجویز اور تمنا کے طور پر ذکر کیا گیا ہے مثلاً نظام مالیہ نظام عسکریہ وغیرہ(۲۲)۔

مطالعہ سیرت کے سلسلے میں اس کتاب کو اولیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے انہی مضامین سے مطالعہ سیرت کا آغاز کیا اور پھر زندگی بھر سیرت کے مختلف گوشے ان کی تحقیقی توجہ کا مرکز رہے۔ بالآخر یہ کتاب ان کی مفصل کتاب کا حصہ بن گئی۔

رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول رسول اکرمﷺ کی سیاسی زندگی ان کی پہلی تصنیف ''عہد نبویﷺ میں نظام حکمرانی'' کی رفیق جلد ہے۔ یہ کتاب بھی پہلی کتاب کی طرح مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۰ء تک مختلف اوقات میں لکھے گئے۔ مؤلف کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''حالات ایسے پیش آئے کہ سیرت پاک کا مطالعہ روز افزوں ہی کرنا پڑا اور وقتی ضرورتوں سے اس پر کچھ لکھا بھی۔ لکھتے وقت کبھی خیال نہ آیا کہ وہ خود اکتفا مقالے خود بخود ایک بڑی کتاب کے باب بنتے جا رہے ہیں۔ میں اسی طرح بجائے سن وار سوانح لکھنے کے ملک وار اور قوم وار لکھتا رہا اور گذشتہ بیس سال سے ایسی چیزیں مختلف علمی رسالوں میں نکلتی رہی ہیں۔ کتابوں کے مقابل ایسی چیزیں جلد عام دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں۔ خیال ہوا کہ ایسے چند مقالوں کو یک جا کر دیا جائے تو مناسب ہو گا۔ اور کسی کو نہیں تو خود مجھ کو وقتاً فوقتاً کسی مواد یا حوالے کی تلاش میں اس سے سہولت ہو۔ مباحث کی تکمیل کے لیے ایک دو باب البتہ تازہ تالیف اور غیر مطبوعہ بھی شامل ہیں''(۲۳)۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے کتاب کے آغاز میں ان مقالات کے عنوانات اور تاریخ کی تفصیل دی جو حسب ذیل ہے۔

۱۔ سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

۲۔ ''مواد و ماخذ'' سے ''نبوت کے مکی دور'' تک ۱۳۶۵ھ /۱۹۴۶ء

۳۔ تبلیغ رسالت ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء

۴۔ عورتوں نے کیا ہاتھ بٹایا ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء

۵۔ صلح حدیبیہ ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء

۶۔ فتح مکہ (ساڑھے تیرہ سو سالہ سالگرہ فتح مکہ کے موقع پر) ۲۲ رمضان ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء

۷۔ عربی حبشی تعلقات ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء

۸۔ مکتوب نبوی بنام نجاشی ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء

۹۔ مکتوبات نبوی کے دو اصول ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء

۱۰۔ خط قیصر روم ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء

۱۱۔ عربوں بیزنطینیوں کے تعلقات ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء

۱۲۔ عربی ایرانی تعلقات ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء

۱۳۔ ایک نئے اصل مکتوب نبوی کی دریافت' نامہ مبارک نبوی بنام کسریٰ (خصوصی)، ۱۹۶۷ھ / ۱۳۸۷ء

۱۴۔ ''عہد نبوی میں یہود'' تا ''عہد نبوی کی سیاسی دستاویزیں'' ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء

۱۵۔ اُمہات المؤمنین ۱۳۳۶ھ / ۱۹۴۴ء

۱۶۔ عالمگیر گتھیاں ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء

۱۷۔ انسانیت کا منشور ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء

۱۸۔ دو شاہاں دراقلیمے ۱۳۶۵ھ /۱۹۴۶ء

پہلا مقالہ سیرت کے مطالعہ سے متعلق ہے اس کا بنیادی ڈھانچہ وہی ہے جو ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' کے اندر ہے البتہ اس میں مواد کا تھوڑا سا تنوع ہے۔ ذیلی عنوانات بھی تقریباً وہی ہیں اس کے بعد مختصر سا بیان مواد اور مآخذ سے متعلق ہے۔ یہ ایک عمومی سی تحریر ہے اور اسے مصادر سیرت کے بارے میں محققانہ مقالہ نہیں کہا جا سکتا تاہم اس میں انہوں نے ان مآخذ کی طرف توجہ دلائی ہے جسے وہ مطالعہ سیرت کے سلسلے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ مثلاً وہ حدیث کو ماخذ سیرت کے طور پر بیان کرتے ہوئے ان افراد کی اہمیت بیان کرتے ہیں جنہوں نے آپؐ کو دیکھا' آپؐ سے سنا

اور آپؐ سے سیکھا۔

اسی طرح آپؐ کے خطوط ایک اہم ماخذ ہے ۔ ہمعصر شعراء کا کلام اور بیرونی ہمعصر سفرنامے ہیں، بیرونی مورخوں کے تذکروں میں آپؐ کا ذکر ہو گا اور پھر جہاں آپ نے زندگی گذاری وہاں کے لوگوں کے تاثرات اور جو جدوجہد آپ نے کی اس کی تفصیلات وغیرہ۔ اسی مختصر سی تحریر میں ان کا انداز ایک معاشرتی تجزیہ نگار کا ہے۔ وہ کیوں اور کیسے کے سوالات اٹھا کر کسی واقعہ کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ان کا انداز محض روایت کنندہ کا نہیں کہ مختلف روایات کو جمع کر دیں یا یوں کہیں کہ وہ واقعات سیرت کی تعبیر کرتے ہیں جو فلسفہ تاریخ کا اسلوب ہے۔ سیرت کا سوانحی حصہ بعثت نبوی کے وقت دنیا کی حالت سے لے کر ''نبوت کا مکی دور'' تک تقریباً ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک رواں تحریر ہے جس میں کہیں کہیں قرآن کے حوالے نظر آتے ہیں لیکن یہ تحریر حاصل مطالعہ ہے۔ انتہائی سہل انداز میں تبلیغ و رسالت تک تعبیراتی اسلوب میں حالات و واقعات کو بیان کیا ہے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے موضوع پر مکمل دسترس اور ماخذ پر گہری نظر حاصل ہو۔ تبلیغ رسالت کے باب میں بھی اسی اسلوب میں واقعات کو بیان کرتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ کیجئے:

''ایک طرف مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی وحی کے بعد تین سال فترت کا زمانہ رہا یعنی پھر کوئی وحی نہ آئی۔ دوسری طرف ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ابتدائی تین سال تک مخفی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ ان دونوں میں کچھ تعلق ہونا چاہیے''[۲۴]۔ یہاں سوال اٹھایا ہے، جواب نہیں دیا۔ ممکن ہے کسی اور مقام پر وضاحت کی ہو۔ ابتدائی اہل ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

> ''وحی کے آغاز پر رسول اکرم ﷺ نے یقیناً اپنی راز داں رفیقہ زندگی سے اس کا ذکر کیا ہو گا۔ اس صاف باطن صاف دل کو امنا کہنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ حضرت علیؓ آپ کے چچازاد بھائی تو تھے لیکن ساتھ زیر پرورش، طفل نابالغ بھی۔ انہوں نے بھی اور گھر کے لونڈی غلام اور حسن سلوک کے پروردہ احسان زید بن حارثہ اور ان کی بیوی وغیرہ بھی اسی کے بعد مسلمان ہو گئے ہوں گے۔ اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی ذکر کیا ہو گا۔ ان کو بھی تصدیق کرتے کیا دیر لگتی ہے[۲۵]۔

یہ انداز بیان توجہ مبذول کرانے والا انداز ہے۔ بعض مؤلفین اسلوب بیان سے قاری پر حاوی ہونے، اسے مرعوب کر کے متاثر کرنے اور مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ

کے انداز میں ان کی شخصیت کا انکسار اور تواضع جھلکتے ہیں۔ میں اسے "Persuasive style" تجویز کرتا ہوں۔ اس انداز میں مولف امکانات کی زبان استعمال کرتا ہے Assertion نہیں۔ یہی ان کے انداز کی انفرادیت ہے جو قاری کو جذب کیے جاتی ہے۔ طریق تبلیغ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تبلیغ کا طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی دوست یا تجسس پسند ملتا تو رسول اکرم ﷺ خوش الحانی سے قرآن مجید کی کچھ آیتیں اسے سناتے پھر ان کی تشریح و توضیح کر کے ہر مخاطب کے حسب حال اسلامی اصول کی تفصیل بیان کرتے۔ ایک طرف خدائے خلاق و رحیم کی بے پایاں نعمتوں کا ذکر ہوتا ہے دوسری طرف اس کی قدرت و قوت یاد دلا کر آخرت کے حساب و کتاب سے ڈرایا جاتا ہے۔ اسی طرح ملک کے مروجہ اخلاق کی برائی بیان کی جاتی ہے کہ خود ہماری ہی دستکاری کے نمونے جو خود اپنے آپ کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے' اور نہ بول سن' یا حرکت کر سکتے ہیں وہ خدا یا خدا کے ہاں شفیع کیسے ہو سکتے ہیں؟

غرض "آمنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالی" اس تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے جو اس زمانے میں دی جاتی تھی"(۲۶)۔

انفرادی تبلیغ سے لے کر بیعت عقبہ تک جسے وہ ایک فوجی تنظیم اور جنگی حلیفی سے کم نہیں سمجھتے(۲۷) آنحضورؐ کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں کی تفصیلات مہیا کرتے ہیں۔ بلکہ ہجرت کے بعد دور تمکین و حکومت میں اولین مقصد تبلیغ دین ہی قرار دیتے ہیں(۲۸)۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں عورتوں کے کردار پر مستقل مقالہ ہے جس میں اہم خواتین اسلام کا ذکر ہے جو تبلیغ دین میں آنحضورؐ کا ہاتھ بٹاتی تھیں(۲۹)۔

اس کے بعد خاص خاص واقعات کا بیان اور ان کی تعبیر و تشریح کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وہ صلح حدیبیہ کو عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار قرار دیتے ہیں۔ عنوان ہی واقعہ کی تعبیر کو واضح کر دیتا ہے۔ ایک بہت اہم موضوع "حبشہ اور عرب قبل اسلام اور ابتدائے اسلام میں" ہے۔ یہ مقالہ بھی ڈاکٹر حمید اللہ ؒ کے تحقیقی اور تعبیراتی اسلوب کا خصوصی نمونہ ہے۔ اس میں وہ اصحاب الاخدود' مارب کا کتبہ' اصحاب الفیل' پر تحقیقی گفتگو کرتے ہیں۔ حجازی عربوں کے تعلقات' مکتوبات نبوی' کفار مکہ کا وفد حبشہ کے حوالے سے بحث کرتے ہیں۔ اسی مقالے میں وہ نجاشی کا خط بنام حضور اکرم ﷺ نقل کرتے

ہیں اور جو وفد حبشہ سے آیا تھا' اس سلسلے میں مورخین کی آراء کا تجزیہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ خط بھی منقول ہے جو حضور اکرم ﷺ نے نجاشی کے جانشین کو لکھا تھا۔ حبش کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات میں مصر کے جنوبی علاقے میں اسلام کی اشاعت' نوبیہ پر مسلمانوں کا حملہ اور معاہدہ اور حبش کے بعض ساحلی علاقے اور ان کا یکساں نظم جیسے پہلوؤں پر عملی اور تجزیاتی بحث کی ہے۔ مقالے کے آخر میں ضمیمہ کے تحت آنحضرت ﷺ کے خط بنام نجاشی کی دریافت اور اس کی صحت کے بارے میں تحقیقی بحث کی ہے۔ اس خط کی فوٹو کاپی جے آر۔ اے ایس لندن بابت جنوری ۱۹۴۰ میں چھپی تھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ پھر وہ مستقل عنوان '' اصل مکتوب نبوی بنام نجاشی کی نئی دستیابی'' کے تحت مفصل بحث کرتے ہیں۔ مقالہ ڈاکٹر حمید اللہ کے خصوصی اسلوب کا نمونہ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کو اللہ تعالیٰ نے مخطوطات کے سلسلے میں عمومی اور عہد نبوی کی دستاویزات کے بارے میں خصوصی بصیرت سے نوازا تھا۔ اس مقالے میں وہ دستیاب خط کے اصلی اور جعلی ہونے کا تجزیہ کرتے ہیں اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ خط اصلی ہے۔ سیرت کے طالب علم کے لیے اس کا مطالعہ چشم کشا ہے۔

اس موضوع سے ان کی دلچسپی عہد نبوی کی دستاویزات ہی کے سلسلے میں پیدا ہوئی۔ ''مکتوب نبوی کے دو اصول'' کے تحت ڈاکٹر حمید اللہ دو خطوط کے بارے میں بات کرتے ہیں ایک مقوقس مصر کے قبطی صدر پادری کے نام اور دوسرا خط بحرین کے گورنر منذر بن ساوی کے نام جس کا فوٹو ۱۸۶۳ء میں جرمنی رسالے ZDMG میں چھپا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ان دونوں انمول نوادر پر علمی حیثیت سے یورپ میں بہت کم بحث کی گئی ہے اور اردو میں تو بالکل نہیں۔ ہم ہر خط پر علیحدہ علیحدہ بحث کریں گے(۳۰)۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ منشا تھا کہ ان ہمسایہ سلطنتوں کے حکمرانوں کو براہِ راست مذہب اسلام کی جانب مدعو کریں اور ان کے انکار کی صورت میں ان کے مختلف والیان صوبہ کو تبلیغ کریں''(۳۱)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے ان خطوط کی اصلیت اور اس بارے میں وارد کیے گئے اعتراضات و شبہات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور علمی جوابات دیے ہیں۔ پھر قیصر روم کے نام حضور اکرم ﷺ کے خط پر بحث ہے۔

دو انتہائی اہم مضامین عربوں کے ہمسایہ سلطنتوں سے تعلقات کے بارے میں ہیں۔ ایک

برنطینی سلطنت سے متعلق ہے اور دوسرا عربی ایرانی تعلقات کے بارے میں ہے۔

''کسریٰ کے نام حضور اکرم ﷺ کا مکتوب''۔ اس عنوان کے تعارف میں ڈاکٹر صاحب ؒ لکھتے ہیں:

''اس کتاب کی اشاعت سوم کے بعد علم سیرت النبی ﷺ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ مکتوب نبوی بنام کسرائے ایران کی اصل دریافت ہوگئی ہے اس لیے اس کے حالات پر کتاب میں نئے باب کا بڑھانا مناسب معلوم ہوتا ہے''[۳۲]۔

یہ خط ۱۹۶۳ء میں دریافت ہوا۔ یہ خط دراصل لبنان کے سابق وزیر خارجہ ہنری فرعون کے موروثی ذخیرے میں تھا۔ ہنری فرعون کے والد نے پہلی جنگ کے اختتام پر دستاویز دمشق میں ڈیڑھ سو اشرفی میں خریدی۔ ہنری فرعون کو ۱۹۶۲ء تک معلوم نہ تھا کہ یہ مکتوب نبوی ہے۔ نومبر ۱۹۶۲ء کے آخر میں اس نے یہ صلاح الدین منجد کے سپرد کیا کہ اس کو پڑھنے کی کوشش کریں[۳۳]۔ ڈاکٹر صلاح المنجد نے ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء مطابق ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۸۲ھ کو بیروت کے روزنامہ الحیٰوۃ میں اس نامہ مبارک کا فوٹو بھی چھاپا اور اس پر تحقیقی مضمون بھی شائع کیا[۳۴]۔ ڈاکٹر حمیداللہ ؒ نے اپنے مقالہ کی بنیاد اسی مضمون پہ رکھی ہے۔ رسم الخط اور مخطوط کے بارے میں جدید تحقیقات کے مطابق بحث کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں: بہرحال بحیثیت مجموعی قرائن اس خط کے اصلی ہونے کی تائید میں ہیں[۳۵]۔ ڈاکٹر صاحب ؒ ہنری فرعون سے ملے ہیں اوران کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

''آخر میں یہ کہتا ہوں کہ ہنری فرعون عیسائی ہیں لیکن غیر متعصب۔ انہوں نے اپنے گھر کو ایک عجیب خانہ بنادیا ہے جس میں تقریباً ساری کی ساری چیزیں اسلامی ہیں۔ صرف ایک جگہ صلیب وغیرہ کے کچھ آثار قدیمہ ہیں۔ اور مجھ سے کہنے لگے ''میں نے یہاں یہ چیز بے جوڑ ہونے کے باوجود عمداً اس لیے لگائی ہے کہ عیسائی لوگ کہیں یہ الزام نہ لگائیں کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں''۔ لبنان و شام میں بہت سے خاندان مخلوط مذہب کے ہیں کچھ شہابی مسلمان ہیں تو کچھ عیسائی۔ خاندان فرعون کا بھی یہی حال ہے ہنری فرعون عیسائی ہیں لیکن ارشاد فرعون (جو سعودی عرب میں وزیر ہیں) مسلمان ہیں اور شامی الاصل ہیں اور پاریس میں سعودی سفیر رہے ہیں''[۳۶]۔

اس کے بعد کچھ مضامین یہودیوں اور عرب قبائل سے متعلق ہیں۔ یہودیوں سے متعلق

مضامین کا عنوان ہے ''عہد نبوی میں یہود اور یہودیوں سے تعلقات ہجرت کے بعد''۔ ان مضامین میں یہودی قبائل، عرب میں ان کی بستیاں، ان کے رجحانات' مسیحا کے بارے میں ان کے انتظار، حضور اکرم ﷺ کی دعوت اور یہودیوں کے انکار پر تبصرہ ہے۔ ہجرت کے بعد کے واقعات میں یہودی رویوں کا تجزیہ اور ان کی ہزیمت پر مفصل بحث ہے صحیفہ مدینہ کے حوالے سے بعض واقعات کا تجزیہ ہے۔ یہودیوں کی دشمنی اور ان کے ردعمل کا اخلاق و تہذیب سے گر جانے اور حضور اکرم ﷺ کے لیے توہین آمیز کلمات کا جائزہ ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں عمومی اور حضور اکرمؐ کے بارے میں خصوصی طور پر یہودی رویہ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہودیوں پر عیسائی دو ہزار برس سے ''خداکشی'' کے الزام میں مظالم ڈھاتے چلے آرہے ہیں اور عیسائیوں کے پرجوش جنون کے وقت گزشتہ چودہ سو سال سے اسلامی ممالک یہودیوں کو پناہ دیتے آرہے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ یہودی پھر بھی عیسائیوں ہی کے گرویدہ اوراسلام کے خلاف انہی سے حلیفی کرتے ہیں۔ یہ آج نہیں، عہد نزول وحی میں بھی ایسا ہی تھا چنانچہ یہودیوں کی طرف سے تجربوں کی تلخی اور اس عجیب وغریب مشاہدے پر مسلمانوں کی جو نفسیاتی کیفیت ہوگی اس کے مطابق قرآن مجید میں ایک حکم نازل ہوا۔ یہ بلحاظ نزول تقریباً آخری یعنی ایک سو بارھواں سورہ ہے (یعنی سورہ مائدہ) جس میں (۵/۵۱) ارشاد ہوا۔

یاایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود و النصاریٰ اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لایهدی القوم الظالمین.

''اے ایمان والو! یہوداور نصاریٰ کو دوست نہ قرار دو۔ یہ ایک دوسرے ہی کے دوست ہیں اورتم میں جو ان کو دوست بنائے وہ انہی میں کا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا''(۳۷)۔

''عہد نبوی میں یہود'' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام اور یہودیوں میں کبیدگی مکی دور ہی میں پیدا ہوگئی تھی(۳۸)۔ ان کے بقول رسول اکرم ﷺ اپنی دودھ پلائی بی بی حلیمہ کی گود میں ایک میلے میں جاتے ہیں۔ ایک یہودی فال گو آپ کو دیکھ کر شور مچاتا ہے کہ یہودیو ڈرو! اس بچے کو قتل کر دو یہ تمہارا استیصال کر دے گا(۳۹)۔

عام قبائل عرب سے تعلقات میں ڈاکٹر حمیداللہؒ مختلف قبائل عرب کے ساتھ آنحضورؐ کے معاہدوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں جنگوں کا تجزیہ ہے اور آپ کی تبلیغی حکمت عملی کا جائزہ ہے۔ اس مقالے کے آغاز میں حضور اکرمؐ کی حکمت عملی اور حیات انسانی کے بارے میں اسلامی پالیسی میں دلچسپ اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پورا مقالہ انھی اصولوں کی تفصیل ہے۔ ایک اصول یہ ہے کہ اسلام اوسط انسان کے لیے زندگی کا قابل عمل پروگرام ہے اور دوسرا یہ کہ اصلاح کی تحریک حکومت کی جانب سے عمل میں لائی جائے تاکہ اس کی کامیابی پر اثر ہو اور حکومت جیسے طاقت ور ادارے کے ساتھ تصادم نہ ہو۔ ایک حدیث میں ایک بڑے اہم سماجی مشاہدے کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ''جب خدا کو کسی قوم کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو اس کے حکمران اور وزیر اچھے لوگوں کو بناتا ہے اور جب برائی مطلوب ہوتی ہے تو حکمرانی اور وزارت پر بُرے لوگ فائز کیے جاتے ہیں۔ اسی کو بعض وقت ''الناس علی دین ملوکھم'' کی ضرب المثل میں بیان کیا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بہت اچھے اور بہت برے تھوڑے ہی لوگ ہوتے ہیں اور باقی لوگ محض اقتدار کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہوتے تو یہ آرام پسند ہیں لیکن نگرانی رہے تو گوارائی کی حد تک نیک بھی رہتے ہیں۔ دیگر مذاہب کی تعلیم پر نظر ڈالو تو وہ اوسط انسانوں کی جگہ فرشتہ خصلت انتہا پسندوں کے لیے قابل عمل معلوم ہوتی ہے۔ اسلا م اس کے برخلاف اوسط انسانوں کے لیے آیا اور رہبانیت و ترک دنیا اور طیبات وزینت ہائے دنیا اپنے آپ پر تحریم کرنے کی علانیہ حوصلہ شکنی کی[۴۰]۔ دوسرے اصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کچھ تو اس بنا پر اورشاید کچھ اس بنا پر بھی کہ عرب میں ابھی تک زیادہ تر قبائلی دور دورہ اورانفرادی بے لگام آزادی ہی کی روایتیں چلی آرہی تھیں۔ اور تجربہ و مشاہدہ ہے کہ راسخ عادتیں چاہے بری ہی کیوں نہ ہوں بغیر کسی نہ کسی طرح کے جبر کے مشکل سے چھوٹتی ہیں' غرض مختلف وجوہ سے اور سابقہ انبیاء علیہ السلام کی اصلاحی کوشش اور تبلیغی نتائج کے تجربے کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کو یہی مناسب نظر آیا کہ دین و دنیا، عبادت و سیاست' معاد و معاش سب سے باہم ربط پیدا ہوجائے۔ دوسرے الفاظ میں ذہنی و سماجی اصلاح کی تحریک حکومت کی جانب سے عمل میں لائی جائے تاکہ اس کی کامیابی تیز تر بھی ہو اور حکومت جیسے طاقتور و باوسائل ادارے کے تصادم کے برے نتائج اور حصول مقصد میں تعویق سے بچ

جائیں۔ چنانچہ ہجرت سے بھی پہلے کے زمانے میں آپ تبلیغ کرتے ہوئے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''میری مدد کرو تو خدا قیصر و کسریٰ کے تاج تمہارے قدموں میں لا لڑھکا ئے گا۔ منا، مجنہ، ذوالمجاز اور عکاظ کے میلوں میں بھی آپ یہی فرماتے رہے اور طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے قبائلی سرداروں سے بھی یہی کہا''(۴۱)

ان اصولوں کے تحت مدینہ کی اسلامی حکومت کو اصلاح احوال کی کوشش کرنا تھی اس لیے اپنے اثرورسوخ کو بڑھانے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے اس میں پر امن معاہدے اور مصلح تصادم دونوں شامل تھے۔ حضور اکرمﷺ کی حکمت عملی یہ تھی کہ پرامن معاہدے کے ذریعہ سے اگر اسلامی حکومت کی بالادستی تسلیم ہوتی ہے تو اسے اولین طور پر اختیار کیا جائے۔ مسلح تصادم آخری چارۂ کار ہے۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ اس مقالے میں مدینہ کے گردو پیش کے قبائل سے معاہدوں سے آغاز کرتے ہیں اور پھر دیگر قبائل تک اس کی توسیع کرتے ہیں۔ مثلاً بنی ضمرہ کے ایک سردار مخشی بن عمرو سے معاہدہ تعاون سے شروع کرتے ہیں اور پھر بنی غفار، مزنیۂ اشجع، خزاعہ، جذام، قضاعہ، عذرہ، دومۃ الجندل، حنین، ہوازنؔ ثقیف، طائف، جرش وغیرہ کے ساتھ معاہدوں پر محققانہ بحث کرتے ہیں۔ مختلف روایات کا تجزیہ، معاہدوں کی عبارات کی توجیہہ اور ان کی دفعات کی تشریح وتوضیح اس مقالے کی خصوصیت ہے۔

ارتداد و بغاوت کے عنوان سے ایک مختصر سا مقالہ ہے جس میں ارتداد کے اسباب و نتائج پر جامع بحث ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''آنحضرتﷺ نے اپنی زندگی میں انیس خط فتنۂ ارتداد و بغاوت کے انسداد کے لیے اپنے عاملوں اورراسخ العقیدہ قبائل سرداروں کو تحریر کیے تھے(۴۲)۔ ''اُمہات المومنین، ازواجِ مطہرات نبوی اور عہد نبوی میں بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کی بعض تدبیریں'' ایک عنوان ہے جس کے تحت حضور اکرمﷺ کے ان اقدامات کو درج کیا گیا ہے جو قبائلی تعصبات کو کم کرنے یا ختم کرنے کا باعث بنے۔ ان اقدامات میں سے ایک رشتہ ازدواج ہے جسے آپ نے معاشرتی یکجہتی کے لیے استعمال کیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اس زمانے میں پیغمبراسلامﷺ نے جو عقد فرمائے وہ جغرافیائی نقطہ نظر سے دلچسپی رکھتے ہیں ۔تعداد ازدواج ہر صورت میں برا نہیں ہوتا خاص کر جب ان کا مقصد بوالہوسی و عیاشی بالکل نہ ہو۔ بہرحال نقشہ(۴۳) ہمراہی سے ازدواج مطہرات

کی جغرافیائی تقسیم اور ملک گیر وسعت نظر آئے گی"(۴۴)۔

ڈاکٹر صاحب نے تعداد ازدواج پر نہایت عمدہ بحث کی ہے۔

ایک اہم مقالہ بعثت نبوی کے وقت کی چند عالمگیر گتھیاں اور ان کا اسلامی حل ہے۔ اس میں آپ نے اس وقت کے تمدنی حالات پر تبصرہ کے علاوہ قومیت، ذات پات، انتقام در انتقام، تصورحیات، یقین وعمل، دیگر مذاہب کی تصدیق و تصحیح' دولت و افلاس اور انفرادیت و اجتماعیت میں توازن جیسے موضوعات پر بحث کی ہے۔ سود، جوا، لاٹری، شراب وغیرہ کے بارے میں متوازن بحث ہے۔ تعداد زوجات کے بارے میں ڈاکٹر حمیداللہ لکھتے ہیں:

"اسلام نے فطرت کی تبدیلی کی کوشش کی جگہ فطری رجحان کو معینہ راہ پر لگانا بہت ضروری قرار دیا ہے۔ وحدت ازدواج اصولاً مطمحی چیز ہے۔ لیکن جب تک لڑکیوں کی پیدائش انسان کے قابو میں نہ ہونے کی وجہ سے باہمی مدوجزر ہوتا رہتا ہے اور جب تک جنگ و جدال وغیرہ کے نتائج سے عورتوں کی تقریباً ہر جگہ دنیا میں کثرت رہے اس وقت تک تعداد زوجات کی اجازت سے بہتر کوئی حل نہیں۔ کثرت زوجات لازمی نہیں بلکہ ضرورتاً روا ہے۔ چار کی حد بھی اس لیے ضروری ہے کہ چند مالدار محض لذت نفسانی کے لیے بیشار عورتوں کی اجارہ داری حاصل کرکے نہ خود فائدہ اٹھائیں نہ دوسروں کی ضرورتیں پوری ہونے دیں"(۴۵)۔

اس مضمون میں وہ ذہنی غلامی کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسلام نے ذہنی غلامی کو برا ٹھہرایا ہے اور مناظر قدرت پر غوروخوض' تدبر و تفکر، تعقل و تعلم پر قرآن نے بار بار زور دیا ہے۔ ستاروں کی گردش، چاند سورج کی روشنی و گرمی، بادلوں کی آمد، ہواؤں کی روانی، سمندر، پہاڑ، نباتات' حیوانات غرض ۔

ہر ورقے است معرفت کردگار

ذہنی غلامی کے معنی صرف یہ نہیں کہ ہم غیر، خاص کر مردہ شخص کی رائے کا اپنے ذہن کو غلام بنادیں اور خود اپنی ذمہ دارانہ رائے قائم کرنے اور ایمان لانے سے باز رہیں۔ بلکہ ذہنی غلامی کے معنی میرے نزدیک یہ بھی ہیں کہ اپنے

ذہن ہی کے غلام ہوجائیں اور جو چیز ہمارے ذہن میں نہ آئے خواہ وہ ہمارے فن کی ہو یا نہ ہو اس کے لیے متعلقہ علم سے ہمیں واقفیت ہو یا نہ ہو، اس سے انکار کریں۔ سمجھنے کی کوشش کرنا بیشک ہمارا فریضہ ہے اور اس میں ہر شخص کے حسب حوصلہ و کوشش کامیابی بھی ہوتی ہے۔ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** (قرآن ۳۰/۶۹) ۔ میں خدا کا وعدہ ہے کہ ''جو ہمارے تک پہنچنے میں کوشش کرے تو ہم اسے ضرور راستے بتاتے ہیں۔''

انسانیت کا منشور اعظم کے عنوان سے ڈاکٹر صاحبؒ نے خطبہ حجۃ الوداع کا ترجمہ دیا ہے۔ اور حاشیہ میں عربی متن کے لیے متعلقہ کتب کے حوالے دیے ہیں۔ کتاب کا آخری مقالہ ''دو شاہاں دراقلیمے'' میں وحدت حکمران اور مشترکہ حکمرانی پر بحث کی ہے۔ مشترکہ حکمرانی کی اجازت پر قرآن وحدیث اور سیرت رسول ﷺ سے استنباط کیا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے حوالے سے شاہ ولی اللہؒ کی کتاب البدور البازغہ ان کی رائے نقل کی ہے۔ خاتمہ میں لکھتے ہیں:

''دو شاہاں دراقلیمے'' کا اسلام نے نہ تو لزوم کیا ہے اور نہ ہی کوئی عام رواج رہا ہے بلکہ صرف یہ کہ اس کی بھی اجازت دی ہے اور یہ اجازت قرآن سے، حدیث سے، عہدنبوی کے عملی واقعات و نظائر سے اور زمانہ مابعد کی تاریخ اسلام کے نظائر سے ثابت ہوتی ہے اور حسب ضرورت ایسا کیا جاسکتا ہے''[۴۶]۔

عہدنبوی کے میدان جنگ

یہ کتاب اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں چھپ چکی ہے۔ یہ ایک مختصر اور جامع کتاب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی ایک ایسا موضوع ہے جس پر غیر مسلموں نے اپنے انداز سے لکھا ہے جس میں منفی اور مثبت دونوں پہلو موجود ہیں۔ مسلمان فوجیوں نے گہرے تجزیاتی انداز سے آنحضورؐ کی جنگوں پر بحث کی ہے ان میں میجر جنرل اکبر خان کی ''حدیث دفاع'' اور محمودو شیت خطاب کی ''الرسول القائد'' بے حد اہم ہیں۔ ڈاکٹر حمیداللہؒ نے ایک غیر فوجی کی حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کے غزوات کا جو تجزیہ کیا اور جو تعبیر پیش کی اسے فوجی ماہرین نے بھی سراہا۔ انگریزی زبان میں اس کا عنوان ہے۔ The Battlefields of Prophet Muhammad اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"Although it was flattering to see that some of the very

high ranking military men have found this non-professional attempt worth being translated and commented by them into at least two languages"(۴۷).

اس کتاب میں بدر، احد، خندق، فتح مکہ، حنین، طائف اور یہودیوں سے جنگوں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ایک باب میں مخابرات پر بحث کی گئی ہے اس کا عنوان ہے:

Military intelligence in the time of the Prophet Muhammad (SAW)

آخری باب میں اسلامی ریاست کے فوجی شعبے کا تذکرہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ؒ نے اس باب کا عنوان رکھا ہے۔

Military department of the Muslim state in the time of the Prophet

یہ ایک تحقیقی اور تجزیاتی تحریر ہے جو مصنف کی گہری بصیرت کی دلیل ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے لیے مصنف نے حجاز کا سفر کیا اور ان مقامات کامشاہدہ کیا جو میدان جنگ تھے۔ ذاتی مشاہدہ کی بنا پر معلومات کو مستند بنایا پھر توضیحی نقشے دے کر کتاب کو مزید مفید بنایا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی ہمارے پیش نظر اس کا وہ ایڈیشن ہے جو ۱۴۰۰ھ میں چھپا ہے ۔ انڈیکس سمیت کتاب کے ۱۵۸ صفحات ہیں۔

الوثائق السیاسیہ للعہد النبوی و الخلافۃ الراشدہ

عربی زبان میں مرتب یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ ڈاکٹر حمیداللہؒ نے اس کے دوسرے ایڈیشن میں اضافے بھی کیے اور نظر ثانی بھی کی۔ ۱۹۵۶ء میں ''مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر'' قاہرہ سے یہ ایڈیشن چھپا۔ ۱۹۸۹ء نظر ثانی شدہ ایڈیشن بیروت سے بھی چھپا۔ کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ابویحیٰی امام خان نوشہروی نے کیا تھا جسے مجلس ترقی ادب، لاہور نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا ۔ لیکن مصنفؒ نے اس ترجمہ کو پسند نہیں کیا۔

اس کتاب میں مؤلف نے رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے فرامین و مکتوبات کو جمع کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصے میں عہد نبوی کے وثائق ہیں اوردوسرے میں خلافت راشدہ کے۔

عہد نبوی ﷺ کے وثائق کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب وہ فرامین درج ہیں جو یہود و نصاریٰ اور مجوس سے متعلق ہیں۔

یہ کتاب ایک اہم ماخذ سیرت کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ دستاویزات جمع کی گئی ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، داخلی انتظام مملکت اور حکمت تبلیغ و دعوت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ڈاکٹر حمیداللہ ؒ نے محنت، جانفشانی اور عرق ریزی سے انہیں جمع کیا اور مرتب کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں حسب معمول اشاریہ بھی دیا ہے۔

Muhammad Rasulullah

انگریزی زبان میں یہ کتاب ۱۹۷۴ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی اور ۱۹۷۹ء میں حذافہ پبلیکیشنز کراچی سے چھپی۔ اس کا ترجمہ ترکی زبان میں ہوچکا ہے۔ نذیر حق صاحب نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ ڈاکٹر حمیداللہ ؒ کی یہ کتاب عام قاری کے لیے لکھی گئی ہے۔ اسلوب سادہ اور سہل ہے۔ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"The author is far from intending here with a piece of research, what is intended here is a book for general reading. Nevertheless it is the result of almost sixty years of research. If references are generally lacking here, every single statement is traceable to classical sources. For those who want to verify the facts, the following selected bibliography of my previous publications would, I hope, suffice largely"(۴۸).

اس کے بعد انہوں نے اپنی ۲۳ کتابوں اور مقالات کی فہرست دی ہے۔ سیرت کی اہمیت اور سیرت پر کام کی نوعیت اور نزاکت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

To write the biography of Muhammad, son of Abdullah and his wife Amina, one is handicapped by the

excessive number of documents, and not by their paucity. One has to deal with a Prophet in the sense of a guide and a leader who based his teachings on revelation coming from God Almighty. Unlike other similar predecessors, Muhammad (SAW) was not only the founder of a comprehensive religious system, but at the same time a ruler, a legislator, a conquerer, a mystic, a moralist . Moreover he had been, one whose words as well acts constitute for his community a law of everlasting values, in all walks of life, be the spiritual or temporal, social or moral. Naturally these will also be questions of super natural and extra ordinary".

The Prophets's Establishing a state and his succession

۱۷۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اسلامی ریاست کے متعلق مضامین شامل کیے ہیں۔ اس میں کل گیارہ مضامین ہیں جن کے عنوان درج ذیل ہیں۔

I. The Quranic Conception of the State.

II. Conception of State in Islam

III. The first written Constitution in the World.

IV. Translation of the Text of the Constitution.

V. The Prophet as a Statesman and His Treatment of Non-Muslim Subjects, and its Fruits.

VI. Budgeting and Taxation in the Time of the Prophet.

VII. Financial Administration in the Muslim State.

VIII. Constitutional Problems in Early Islam.

IX. 1400th anniversary of the War of Banu an Nadir.

X. The Teleguided Battles of Jamal and Siffin.

XI. The Episode of the Project of a Written-Testament by the Prophet on His Death-Bed.

ڈاکٹر حمید اللہؒ اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"There is a renaissance of science among contemporary Muslims. It is time perhaps that we study a new law the holy Prophet founded a state, how he governed it and law its Contanuity, through succession, was assured"(۴۹).

یہ کتاب ۱۹۸۸ء میں نیشنل ہجرہ کونسل کی طرف سے شائع کی گئی۔ ہمارے پیش نظر اس کا یہی ایڈیشن ہے۔ کتاب کا آخری باب خلافت سے متعلق ہے جس میں مصنف نے حدیث قرطاس پر تجزیاتی بحث کی ہے۔ اس کتاب میں اسلامی ریاست کے متعلق تمام عمدہ بحثیں آ گئی ہیں۔ جس طرح آخری باب میں حدیث قرطاس پر بحث ہے جو ایک اختلافی مسئلہ ہے اسی طرح جنگ جمل اور صفین پر بھی بحث ہے۔ یہ دونوں باب ڈاکٹر حمیداللہؒ کی تنقیدی بصیرت، علمی گہرائی، دینی اخلاص اور تاریخی شعور کاواضح ثبوت ہیں۔ کتاب میں میثاق مدینہ کاباب شامل کیاگیا ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

" Subsequently when ideas were exchanged, Chairman Brohi suggested that it was worthwhile to produce a Pakistani edition of this valuable work with a special appendix to it containing the learned author's exposition of the constitution of Madinan state.(۵۰)"

ان مرتب کتابوں کے علاوہ سیرت پر بہت سا مواد ان کے متفرق مقالات میں بھی موجودہ ہے۔ غالباً ان کی ساری کاوشوں کی جامع کتاب محمد رسول اللہ ﷺ ہے جو فرانسیسی زبان میں لکھی گئی ہے۔ افسوس ہے کہ اس تک ہماری رسائی نہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بقول سیرت پر ڈاکٹر حمیداللہؒ کی ساری تحقیقات اس کتاب میں آ گئی ہیں۔

سیرت پر ڈاکٹر حمیداللہ کا کام منفرد نوعیت کا ہے۔ سیرت کے پہلوؤں کے انتخاب میں بھی اورمصادر سیرت سے استفادہ کی وسعت کے اعتبار سے بھی ان کا کا م بے حد وقیع ہے۔ ان کا اسلوب اور تحقیقی منہاج سیرت کے طالب علموں کے لیے ہمیشہ رہنمائی کا کام دیتا رہے گا۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) خطبات بہاولپور/ ۳۶
(۲) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/ ۴۴
(۳) عہد نبوی میں نظام حکمرانی / ۵
(۴) عہد نبوی میں نظام حکمرانی ۴۔۵
(۵) ایضاً / ۷ :یہ کتاب ۱۹۵۰ء میں لاہور سے چھپی اور پھر کئی بار چھپی ہے۔
(۶) ایضاً / ۱۸
(۷) ایضاً/ ۷۷
(۸) ایضاً / ۸۳
(۹) ایضاً / ۸۴
(۱۰) ایضاً / ۸۵
(۱۱) عہد نبوی میں نظام حکمرانی / ۵۷
(۱۲) ایضاً ۹۶۔۹۷
(۱۳) The First written constitution of the World/7
(۱۴) عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی / ۱۴۸
(۱۵) ایضاً / ۲۳۵
(۱۶) ایضاً / ۲۶۱
(۱۷) ایضاً / ۲۶۴
(۱۸) ایضاً / ۲۷۲
(۱۹) ایضاً / ۲۷۷
(۲۰) ایضاً / ۲۸۱
(۲۱) ایضاً/۲۸۳
(۲۲) ایضاً / ۸
(۲۳) ایضاً/ ۵
(۲۴) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/۸۳
(۲۵) ایضاً / ۸۳

(۲۶) ایضاً

(۲۷) ایضاً / ۹۲

(۲۸) ایضاً

(۲۹) ایضاً ۹۴

(۳۰) ایضاً / ۱۵۱

(۳۱) ایضاً

(۳۲) ایضاً ۲۳۳

(۳۳) ایضاً

(۳۴) ایضاً

(۳۵) ایضاً ۲۳۸

(۳۶) ایضاً

(۳۷) ایضاً / ۲۶۱

(۳۸) رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی/ ۲۵۱

(۳۹) ایضاً ۳۳۱

(۴۰) ایضاً / ۲۷۷

(۴۱) ایضاً

(۴۲) ایضاً / ۳۱۰

(۴۳) ڈاکٹر صاحب نے قبائل کی جغرافیائی پوزیشن کا نقشہ دیا ہے

(۴۴) ایضاً / ۳۱۷

(۴۵) ایضاً / ۳۳۴

(۴۶) ایضاً/ ۳۴۴

(۴۷) The Battlefields of prophet muhammad

(۴۸) Muhammad Rasull Ullah / iii

(۴۹) The Prophet's Establishing a state and his succession

(۵۰) Abid Forward